© rasailojaraid.com

فقہ و اجتہاد

عصرِ حاضر کے تقاضے اور اجتہاد کی ضرورت

مولانا محمد رفیع عثمانی

اس اجتماع کا جو سب سے بڑا فائدہ ہے وہ یہ ہے کہ یہاں قدیم اور جدید علوم کے ماہرین کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس زمانہ میں سیاسی' تمدنی' اقتصادی' طبی وغیرہ مسائل اتنے پھیل گئے ہیں' اتنے گوناگوں ہو گئے ہیں کہ قرآن و سنت کی روشنی میں احکامِ شرعیہ کو مرتب اور مستنبط کرنا صرف اسی شخص کے بس کا کام ہو سکتا تھا جو مجتہدِ مطلق کہلانے کا اہل ہوتا۔ لیکن مجتہدِ مطلق کا جو مقام ہے' جو شرائط ہیں' ان کے پیشِ نظر آج دور دور تک کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی ہے جو اجتہادِ مطلق کا دعویٰ کر سکے' یا اس سلسلہ میں کوئی کام کر سکے۔ لیکن واقعہ یہی ہے کہ حالات ـــــ سیاسی میدان میں' اقتصادی میدان میں' معاشرتی میدان میں اور مختلف شعبہ ہائے حیات میں ـــــ اتنی تیزی سے بدل رہے ہیں' اور اتنے بڑے پیمانہ پر ان میں تبدیلی ہو رہی ہے' کہ مجھے یہ کہنے میں باک نہیں ہے کہ اس وقت اجتہاد مطلق کی ضرورت ہے۔

صورتِ حال یہ ہے کہ قرآن کو جو کچھ بیان کرنا تھا وہ بیان کر چکا' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیئس سالہ زندگی میں قرآن کریم کی جو تشریح فرمانی تھی وہ فرما دی۔ اسلافِ امت نے ان دونوں چیزوں کی حفاظت کی۔ ہمارا عقیدہ ہے اب کوئی نئی شریعت آنے والی نہیں ہے' کسی اور نبی کے آنے کا امکان نہیں ہے' اللہ نے اپنے دین کی تکمیل کر دی' اور اللہ نے ایسی امت ہمیں بنایا جو آخری امت ہے اور قیامت تک تمام مسائل کا سامنا اسی امت کو کرنا ہے۔ ان حالات میں جب کہ تبدیلیاں تو معاشرہ میں اتنی تیزی سے آ رہی ہیں' اتنے بڑے پیمانے پر آ رہی ہیں کہ ہمارا فقہی ذخیرہ ـــــ اس میں شک نہیں ہے کہ ان تمام چیزوں کا حل اصولی طور پر اس میں ضرور موجود ہے ـــــ جزوی طور پر اور جزئیات کی صورت میں کفایت نہیں کر رہا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عادۃ اللہ یہ ہے کہ جب کوئی ضرورت پیدا ہوتی ہے تو اللہ رب العالمین اس کا سامان بھی پیدا فرما دیتے ہیں۔ ایک طلب جب پیدا ہوتی ہے تو اللہ رب العالمین کی طرف سے اس کی رسد بھی آتی ہے۔ اللہ سے ہمیں قوی امید ہے کہ عنقریب نہ سہی لیکن کوئی مجتہدِ مطلق بھی رونما ہونے والا ہے' کیونکہ اس کی ضرورت شدید ہے' پوری دنیا اس کی طالب ہے۔ لیکن مجتہدِ مطلق کا جو مقام ہے وہ اتنا اونچا مقام ہے کہ آج کوئی اس کا دعویٰ بھی کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ شاید بظاہر حالات ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ اب امام مہدی علیہ السلام ہی مجتہدِ مطلق ہو کر آئیں گے' لیکن کچھ نہیں معلوم ان کا ظہور کب ہونے والا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ زندگی رواں دواں ہے' زندگی کا یہ قافلہ انتظار نہیں کرتا۔ ہمارے یہ مسائل جو روز بروز پیدا ہو رہے ہیں' ان کے بارہ میں امتِ مسلمہ کی نظریں علماءِ امت کی طرف اٹھ رہی ہیں۔ اقتصادی میدان میں آپ کیا کہتے ہیں' طبی مسائل جو پیدا ہو رہے ہیں ان میں آپ کی رہنمائی کیا ہے۔ معاشرہ میں اور سیاست کے میدان میں جو نت نئے نظریات' مسائل اور رسوم جڑیں پکڑ رہی ہیں ان میں اسلام کی ہدایت کیا ہے؟ اس کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی اسی مسئولیت کو پورا کرنے کے لیے وہ جدوجہد اختیار کریں جو ہمارے اسلاف کا وطیرہ رہی ہے۔

اب وقت نہیں رہا کہ صدیوں پہلے ہمارے اسلاف نے بہت عرق ریزی کے ساتھ جو کتابیں اور فقہ و فتاویٰ مرتب کیے' ان کو دیکھ کر اور آنکھ بند کر کے فتویٰ دیتے چلے جائیں۔ والد صاحب (مفتی محمد شفیعؒ) بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ فقہاءِ کرام کا مشہور قاعدہ ہے "من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاہل" حالات زمانہ پر جب تک نظر نہ ہو امت کی رہنمائی نہیں کی جا سکتی' فتویٰ اور فقہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ان حالات میں ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ فتویٰ میں انحطاط ہے' حالات میں ناسازگاری ہے' ہر شخص اپنے اپنے حالات میں گرفتار ہے' علمی صلاحیتیں بھی دن بدن کم ہوتی جا رہی ہیں' ان حالات میں مسائل بڑھتے جا رہے ہیں' نئے نئے علوم سامنے آ رہے ہیں۔ ان حالات میں اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے کہ جزوی مسائل میں جزوی اجتہاد کے راستے کو رواں دواں رکھا جائے۔ جزوی مسائل میں اور اجتہاد کے مسائل میں ہمارے تمام فقہا اور اکابر الحمد للہ بڑے بڑے کارنامے چھوڑ گئے ہیں۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی امداد الفتاویٰ ایک ایسی چیز ہے جو ان کے اجتہادی کارناموں کا واضح ثبوت ہے اور ساتھ ہی حسین یادگار بھی ہے۔

یہ تصور ہمارے بہت سے حلقوں میں اب بھی موجود ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ آج بھی بند نہیں ہے' اور آئندہ بھی بند نہیں ہو گا۔ ہاں اس میں جو دروازے ہیں اس میں داخل ہونے کے لیے کچھ شرائط ہیں۔ اس زمانہ میں وہ شرائط افراد میں موجود نہیں رہے۔ اسی واسطے سمجھا جا رہا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا۔ بھلا قرآن و سنت کا کبھی دروازہ بند ہو گا؟ ہمارے یہ اکابر نئے مسائل میں مسلسل اجتہاد کرتے رہے ہیں۔ امداد الفتاویٰ کو اٹھا کر آپ دیکھیں' خاص طور سے کتاب البیوع اور معاملات کے جو مسائل ہیں' ان کے اندر اجتہاد فی المسائل آپ کو جگہ جگہ ملیں گے۔ انھوں نے صرف یہی کام نہیں کیا کہ یہ بتا دیا جائے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد سے بار بار سنا' وہ ہمیں تلقین فرمایا کرتے تھے' کہ معاملات بیوع و شراء سے متعلق' لین دین سے متعلق' جب مسائل آئیں تو مفتی کے لیے یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے' بلکہ وہ یہ بھی بتائے کہ یہ صورت تو ناجائز ہے لیکن اس صورت میں یہ تبدیلی کر دی جائے تو جائز ہو جائے گی۔ جائز راستہ بتانا بھی مفتی کی ذمہ داری ہے' ورنہ خطرہ ہے کہ بہت سے لوگ اس طرح مرتد ہو جائیں گے کہ ان کو بھی خبر نہیں ہو گی کہ ہم مرتد ہو گئے ہیں۔

ان حالات میں کسی ایک فرد کے بس کا کام یہ نہیں رہا کہ وہ اجتہاد فی المسائل کسی خاص میدان میں تنہا کر سکے۔ مثلاً معاملات ہی کے باب میں اجتہاد فی المسائل تنہا کوئی شخص کر سکے' اور سارے مسائل کو حل کر دے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حالت زمانہ نے' اور پچھلے دو سو سال کے سیاسی حالات نے جدید و قدیم علوم کے درمیان ایسی خلیج حائل کر دی کہ جن مسائل کا ہمیں حکم معلوم کرنا ہے ان مسائل کی صحیح صورت حال ہمیں نہیں معلوم۔ اور جن حضرات کے سامنے صورت مسئلہ ہے' انھیں جواب معلوم کرنے کا راستہ نہیں معلوم۔

میں مبارک باد پیش کرتا ہوں اسلامک فقہ اکیڈمی کو' انھوں نے قدیم و جدید دونوں کو ملا دیا' اور اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی ہے جو دو سو سال سے ہمارے درمیان حائل رہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان مسائل میں جتنی احتیاج علما اور فقہا اور مفتی صاحبان کی ہے' کم و بیش اس کے قریب قریب ہی احتیاج ہمیں ان علوم کے ماہرین کی ہے جن علوم کے بارہ میں ہم مسائل کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جدید علم کے ماہرین سے صورت حال ہمیں معلوم ہو گی' یعنی صورت مسئلہ یہ بتائیں گے' اور جواب آپ دیں گے۔ صورت مسئلہ متعین کرنا بھی آسان کام نہیں ہوتا اور "السوال نصف العلم"۔ تو نصف العلم دانشور حضرات سے حاصل ہو گا اور باقی نصف العلم فقہاءِ کرام سے۔ مجھے امید ہے کہ یہ اکیڈمی اس سلسلہ میں موثر کردار ادا کرے گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ اجتماعی اجتہاد و قیاس اس امت میں نئی چیز نہیں ہے۔ غور کیا جائے تو پورے تسلسل کے ساتھ اس کی نظیریں ہمیں پچھلے چودہ سو سال کے اندر ملتی ہیں' اور خود عہد رسالت کے اندر ملتی ہیں۔ اساریٰ بدر (بدر کے قیدیوں) کے واقعہ میں سرورِ کائنات ؐ نے صحابہؓ کرام سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ فیصلہ مشورہ کے بعد ہوا' اس میں خطا ہوئی' اس پر عتاب بھی ہوا۔ یہ اجتماعی اجتہاد تھا۔ جو بھی مسائل امت کو پیش آئے ہیں خلفائے راشدین نے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے ان سے پوچھا' امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردوں کے ساتھ بحث و مذاکرہ کا سلسلہ جاری رکھا' اور تقریباً چالیس عظیم المرتبت تلامذہ کے ساتھ اجتماعی اجتہاد اور قیاس کا سلسلہ جاری رہنا مشہور و معلوم ہے۔ اورنگ زیب عالم گیر نے اپنے فتاویٰ عالم گیریہ مرتب کرنے کے لیے علما کو جمع کیا۔ اس زمانہ میں حالات بدلے ہوئے تھے' نئے مسائل پیدا ہوئے تھے' انھیں حل کرنے کی ضرورت تھی۔ "مجلتہ الاحکام العدلیتہ" خلافت عثمانیہ ترکی میں مرتب ہوا۔ یہ بھی علماء کرام ہی کی ایک عظیم جماعت نے مرتب کیا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ستم رسیدہ عورتوں کی مشکلات کا فقہی حل معلوم کرنے اور نکالنے کے لیے متعدد حضرات کو "الحیلتہ الناجزہ" کی ترتیب کا حکم فرمایا' جس میں میرے والد ماجد اور مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی شامل تھے۔ لیکن اس فتویٰ کو شائع نہیں کیا جب تک کہ ہندوستان کے تمام ارباب افتا سے مراجعت نہیں ہو گئی۔

میرے والد محترم فرماتے تھے' ایسے اجتماعی مسائل جو پوری امت کو درپیش ہیں یا ملک کے تمام مسلمانوں کو درپیش ہیں' ان میں انفرادی فتویٰ نہیں دیے جائیں۔ ان میں باہمی مشورہ نہایت ضروری ہے اور تمام بزرگوں کا یہی طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ پاکستان میں بھی حضرت والد ماجد اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے ایک مجلس قائم کر رکھی تھی جو آج بھی موجود ہے۔

اپنے بزرگوں نے ہمیں یہ طریقہ بھی بتایا کہ ان مسائل کی تحقیق اور اپنے خیالات پر تنقید سننے کے معاملہ میں کتنا وسیع الظرف ہونا چاہیے۔ میں اور میرے بھائی مولانا تقی عثمانی اس زمانہ میں ——جب یہ مجلس اعضاء انسانی کی پیوند کاری کے مسئلہ پر' اور پراویڈنٹ فنڈ اور دوسرے مسائل پر' تحقیق کر رہی تھی —— درجہ تخصص فی الافتا میں تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ آدمی' جو ابھی درس نظامی سے فارغ ہوا ہو' اور درجہ تخصص فی الافتا میں پڑھ رہا ہو' ایک آدھ نحو کی کتاب بھی پڑھا رہا ہو' اس جیسی مجلس میں کیا مشورہ دے سکتا ہے۔ لیکن ہم دونوں بھائیوں کو' اور تخصص فی الافتا کے طلبہ کو' اس مجلس میں والد صاحب علما کے ساتھ حکماً بٹھاتے' اور ہم سب کو بحث و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحقیق میں شریک کرتے۔ اس میں انھوں نے ہمیں اتنا جری بنا دیا تھا کہ جہاں مفتی اعظم پاکستان اور مولانا یوسف بنوریؒ جیسے جلیل القدر علما مسائل پر بحث کر رہے ہوں' وہاں ہم لوگ صبح سے شام تک کتنی ہی بار ان کی بات پر اعتراض کرتے' ان سے سوالات کرتے۔

ان دونوں حضرات کو میں نے دیکھا کہ ہماری باتیں ایسے سنتے تھے' ہمہ تن گوش ہو کر' جیسے کسی پیاسے کے سامنے پانی آگیا ہو۔ یہ وجہ نہیں کہ ہمارے پاس دلائل زیادہ تھے یا تھوڑے تھے' بلکہ وہ ہماری تربیت کر رہے تھے' کہ فقہی مسائل میں جہاں یہ ضروری ہے کہ ہم پورا پورا وقت دیں اور صلاحیتیں خرچ کریں' یہ بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ دوسرے کے غور و فکر کو پوری توجہ اور حق پسندی کے ساتھ سنیں۔ اس کے بغیر کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

اس لیے مجھے یہ امید ہے کہ ہم انشاء اللہ اسی جذبہ کے ساتھ اس سیمینار کے تمام مباحث میں حصہ لیں گے۔ ہم ہر ایک کی بات اسی توجہ کے ساتھ سنیں گے جیسے کوئی طالب علم اپنے استاد کی بات سنتا ہے۔ اس طرح ہم لوگ بہت سارے نتائج تک پہنچ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انشاء اللہ مدد ہو گی۔

ہمارے بزرگوں کا ایک خاص طرہ امتیاز ہے' بلکہ پوری امت کے علماء اہل سنت والجماعت کے تمام فقہا کا ایک خاص طرہ امتیاز رہا ہے' کہ انھوں نے اپنی بات کی پچ نہیں کی۔ وہ علمی غرور' انانیت' اور بات کی پچ سے بہت دور تھے۔ ہمارے فقہاء کرام اور اپنے تمام بزرگ اور جن لوگوں کو ہم نے دیکھا' جن کی جوتیاں سیدھی کیں' ان کو بھی ہم نے یہی پایا کہ ایک ادنیٰ طالب علم ان کی کسی بات پر کوئی اعتراض کر دے تو نہ صرف یہ کہ ان کو توجہ کے ساتھ سنتے تھے بلکہ اگر سمجھ میں آجائے تو فوراً قبول فرما لیتے تھے' اور اپنی بات سے رجوع بھی کر لیتے تھے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے امداد الفتاویٰ میں حوادث الفتاویٰ کے ساتھ ساتھ ترجیح الراجح کا بھی ایک سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ اور اگر کسی عالم نے کسی مسئلہ میں ان کی کسی خطا کی طرف توجہ دلائی' اور حضرت کی رائے تبدیل ہو گئی' تو صرف یہی نہیں کہ ان کو خط لکھ دیا کہ میں نے رجوع کر لیا ہے' بلکہ اس کو شائع کیا جاتا کہ میں نے پہلے اس مسئلہ کا جواب یہ لکھ دیا تھا' فلاں صاحب کے توجہ دلانے یا بعض حضرات کے توجہ دلانے سے' اب میری رائے یوں ہو گئی ہے' اور میں پچھلے قول سے رجوع کرتا ہوں' اور اب میرا فتویٰ یہ ہے۔ اس میں کبھی ان حضرات نے نہ کوئی شرم محسوس کی ہے اور نہ ہی اپنے درجہ میں کمی محسوس کی ہے۔ ان کے اس اعتراف نے ان کی عظمت میں اضافہ کیا ہے۔ ہمارے والد ماجد کے فتاویٰ کا مجموعہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امداد المفتین کے نام سے شائع ہوا' اس میں بھی حضرت نے ایک مستقل باب قائم کیا تھا "اختیار الصواب لمختلف الابواب"۔ اگر کسی مسئلہ میں ان کی رائے تبدیل ہو جاتی تو رجوع فرما لیتے تھے۔

اس کو میں اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ اس زمانہ میں ہمارے بزرگوں کی یہ سنت مردہ ہوتی جا رہی ہے۔ کسی ایک مفتی کے قلم سے اگر ایک فتویٰ نکل گیا' اب یہ بہت کم رہ گیا ہے کہ توجہ دلانے اور خطا ظاہر ہونے پر رجوع کر لیں۔ اب بھی الحمد للہ ایسے حضرات علماء حق ہیں کہ اگر ان کے سامنے دلائل آ جائیں تو رجوع کرنے میں ان کو تامل نہ ہو گا' لیکن بہت شاذونادر۔ ورنہ ہر ایک اس کوشش میں رہتا ہے کہ میرے قلم سے جو بات نکلی ہے' اس کو منوایا جائے۔

ہم نے اپنے بزرگوں کو الحمدللہ دیکھا ہے اور ان سے سیکھا ہے۔ پیوندکاری کے مسئلہ میں مجلس تحقیق مسائل حاضرہ میں تقریباً دو سال تک بحث ہوتی رہی ہے۔ بے شمار مسائل آئے ہوئے تھے۔ ان سب کو روکا گیا تھا' اور سائلوں کو لکھ دیا گیا تھا کہ اس پر تحقیق ہو رہی ہے' وقت لگے گا۔ جب تحقیق ہو جائے گی تو آپ کو جواب دیا جائے گا۔ والد صاحب نے لکھ دیا تھا کہ انسان کا خون دوسرے انسان کے بدن میں داخل کرنا حالت ضرورت میں جائز ہے' فروخت کرنا جائز نہیں۔ کوئی شخص اگر پیسوں کے بغیر نہیں دیتا' تو پیسے دینے والا اگر مجبور ہے تو گنہگار نہیں ہو گا' لینے والا گنہگار ہو گا۔ حضرت والد صاحب کی وفات کے بعد اعضاء انسانی کے متعلق عالم اسلام کے اور بھی دارالافتاؤں سے کچھ فتاویٰ جاری ہوئے ہیں جو ہماری نظروں سے گزرے۔ کچھ حضرات علما نے اس میں جو کام کیا تھا اس میں کچھ نئے دلائل بھی سامنے آئے۔ ان سے ہمیں اس بات کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس ہو رہی ہے کہ اس مسئلہ پر نظر ثانی کی جائے۔ بہت ممکن ہے کہ جو فتویٰ عدم جواز کا دیا گیا تھا' ان دلائل کے آ جانے کے بعد اس فتویٰ سے رجوع کیا جائے۔ اس فتویٰ پر دستخط کرنے والے جو حضرات موجود ہیں وہ رجوع کر لیں گے' اور جو حضرات اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں ہمیں امید ہے کہ ان کی روحوں کو اس سے تسکین ہو گی۔

میری ان دونوں معروضات کے خلاصہ کے طور دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنی بات کی پچ' اور بات کو ہر قیمت پر منوانے کی کوشش' یہ ہر تحقیق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ہمیں اس سے بچنا چاہیے۔ اور دوسرے یہ کہ اجتماعی مسائل میں باہمی مشورہ کے بغیر انفرادی فتاویٰ جاری کرنے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہیے۔ اجتماعی اجتہاد و قیاس کا جو کام اسلامک فقہ اکیڈمی نے اپنے سر لیا ہے وہ عظیم کام ہے' مشکل ہے' کٹھن ہے' لیکن وقت کی سب سے بڑی پکار ہے۔ (اسلامک فقہ اکیڈمی' ہند' کے دوسرے سیمینار میں خطبہ صدارت)

© rasailojaraid.com